خواتین کے حقوق و فرائض، سیرت طیبہ کی روشنی میں

طاہرہ کوکب ☆

حقوق کا مفہوم :

خواتین کے حقوق سے متعلق لکھنے سے پہلے، حق کا مفہوم و معنی متعین کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ حق کی جمع حقوق ہے اس کے معنی ہیں وہ بات جو ثابت ہو اور اس سے انکار ممکن نہ ہو۔(۱) حق کے لئے انگلش میں Truth, Justice, Right کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔(۲) حق حقیقت اور صدق کے معنی میں بھی کچھ فرق کے ساتھ مستعمل ہے۔(۳) اردو میں مطابقت اور موافقت کے معنی میں مستعمل ہے، عبرانی میں لکڑی یا پتھر میں نقش کرنے کو کہتے ہیں۔(۴) قرآن میں حق کا لفظ دوسو ستائیس مرتبہ آیا ہے۔(۵) اور تین معانی میں مستعمل ہوا ہے۔ ثابت کرنے(۶) حصہ(۷) اور سچ کے معنی میں(۸) اسی طرح حق کا لفظ اللہ کے صفاتی ناموں میں سے ایک نام ہے۔(۹) مزید ملاحظہ کریں۔(۱۰) گائس ایز بجیو فار بنیادی حقوق کی تعریف ان الفاظ میں کرتا ہے:

> انسانی یا بنیادی حقوق جدید نام ہے ان حقوق کا جنہیں روایتی طور پر فطری حقوق کہا جاتا ہے اور ان کی تعریف یوں ہوسکتی ہے کہ وہ اخلاقی حقوق جو ہر انسان کو ہر جگہ اور ہمہ وقت اس بنیاد پر حاصل رہتے ہیں کہ وہ دوسری تمام مخلوقات کے مقابلہ میں اس اعتبار سے ممتاز ہے کہ وہ ذی شعور و ذی اخلاق ہے۔ انصاف کو بری طرح پامال کئے بغیر کوئی بھی شخص ان حقوق سے محروم نہیں کیا جاسکتا۔(۱۱)

علامہ شامیؒ نے حق کی تعریف کرتے ہوئے کہا: الحق مایستحقہ الرجل(۱۲) حق وہ ہے

☆ ریسرچ اسکالر جامعہ کراچی

انسان جس کا مستحق ہو۔

شیخ شلبی فرماتے ہیں:

فالحق فی الشریعة لا یکون حقا الا اذا اقره الشرع و حکم بوجوده واعترف له بالحمایة ولهذا فان مصادر الحقوق فی الشریعة هو الشریعة نفسها ولا یوجدحق شرعی الا وله۔ (۱۳)

شریعت کی نگاہ میں حق وہی امر کہلائے گا جس کا شریعت اقرار و اعتراف کرتی ہو اس لئے شرعی ماٗخذ کے ذریعہ ہی کسی شرعی حق کو پہچانا جاسکتا ہے۔

اصول قانون کے مطابق جب ہم حق کا لفظ اصطلاحی زبان میں استعمال کرتے ہیں تو اس کا متبادل فرض ہوتا ہے لیکن کسی فرد، سوسائٹی یا طبقہ کے مفاد کوتسلیم کرتے وقت ہم عموماً آزادی اختیار اور مراعات کے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ ایسے موقع پر ہم فقط کسی کے فرض کی طرف توجہ نہیں دلاتے بلکہ قانون نے جو حق دے رکھا ہے ہم اس کی طرف بھی اشارہ کرتے ہیں۔ (۱۴)

حقوق کی اقسام

حقوق کی بنیادی طور سے کتنی قسمیں ہیں اس میں مختلف آراء ہیں پہلی رائے یہ ہے کہ تمام حقوق فی الحقیقت حقوق اللہ ہی ہیں۔ (۱۵) دوسری رائے یہ ہے کہ حقوق کی بنیادی طور سے دو قسمیں ہیں، حقوق اللہ اور حقوق العباد۔ مولانا اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں: حقوق اللہ کی بھی دو قسمیں ہیں منہیات اور ماٗمورات (۱۶) اور پہلی رائے کی تائید کرتے ہوئے لکھتے ہیں حقوق العباد درحقیقت حقوق اللہ ہی ہیں۔ (۱۷) پھر حقوق العباد کی تین قسمیں بیان کی ہیں: بدنیہ، مالیہ، عرضیہ۔ (۱۸)

فقہ اسلامی کی رو سے حقوق کی چار اقسام ہیں: ۱۔حقوق اللہ، ۲۔ حقوق العباد ۳۔ الجمع بین الحقین مع غلبة الاوّل ۴۔ الجمع بین الحقین مع غلبة الثانی (۱۹) یہی چار قسمیں دکتور عبدالناصر موسیٰ نے بیان کی ہیں۔ (۲۰) جدید فقہی مباحث کے مقالہ نگار نے ۴۹ قسمیں بیان کی ہیں۔ (۲۱) لیکن زیادہ صحیح یہ ہے کہ حقوق کی بنیادی طور سے تین قسمیں ہیں جیسا کہ ڈاکٹر

وھبہ زحیلی نے لکھا ہے، حقوق اللہ، حقوق العباد اور حقوق مشترکہ۔(۲۲)

تاریخ حقوق عہد قدیم سے عہد حاضر تک

حقوق پر روشنی ڈالنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے حقوق کی تاریخ کا بالخصوص خواتین کے حوالہ سے سرسری مطالعہ کیا جائے۔

اہل مغرب بنیادی انسانی حقوق کے تصور کی ارتقائی تاریخ کا آغاز پانچویں صدی قبل مسیح کے یونان سے کرتے ہیں اور پھر پانچویں صدی عیسوی کے زوال پذیر روم سے اپنی سیاسی فکر کا ناتہ جوڑتے ہوئے وہ ایک ہی زقند میں گیارہویں صدی عیسوی میں داخل ہو جاتے ہیں۔ چھٹی سے دسویں صدی عیسوی تک کا پانچ سالہ طویل عہد ان کی مرتب کردہ تاریخ کے صفحات سے غائب ہے، آخر کیوں؟ غالباً اس لئے کہ یہ اسلام کا عہد ہے۔(۲۳)

مغرب میں بنیادی انسانی حقوق کی جدوجہد کا حقیقتاً اصل آغاز گیارہویں صدی عیسوی میں برطانیہ میں ہوا، جہاں ۱۰۳۷ء میں شاہ کارنریڈ ثانی (Conrad II) نے ایک منشور جاری کرکے پارلیمنٹ کے اختیارات متعین کئے۔ ۱۱۷۸ء میں شاہ الفانسو نہم (Alfonso IX) سے حبس بے جا (Habeas Corpus) کا اصول تسلیم کرایا گیا۔ ۱۵ جون ۱۲۱۵ء کو میگنا کارٹا (Magna Carta) جاری ہوا، جسے والٹیر نے منشور آزادی قرار دیا۔ میگنا کارٹا سے بنیادی انسانی حقوق کا مفہوم بہت بعد میں اخذ کیا گیا۔ اس وقت اس کی حیثیت امراء (Barons) اور شاہ جان (King John) کے درمیان ایک معاہدہ کی سی تھی، جس میں امراء کے مفادات کے تحفظ کے علاوہ امراء کی حیثیت کی تعیین تھی، عوام اور عام انسانوں کے حقوق سے اس کا کوئی قطعاً تعلق نہ تھا۔ (جسے مغربی دنیا انسانی حقوق کی اہم اور تاریخی دستاویز قرار دیتی ہے)۔ ہنری مارش (Henry Marsh) کہتا ہے۔ ''بڑے بڑے جاگیرداروں کے ایک منشور کے سوا اس کی کوئی حیثیت نہ تھی''۔ ۱۳۵۵ء میں برطانوی پارلیمنٹ نے میگنا کارٹا، کی توثیق کرتے ہوئے ''قانون چارہ جوئی'' Dueprocess of Law) کا قانون منظور کیا۔ چودھویں صدی سے سولویں صدی عیسوی تک یورپ پر میکیاولی کے نظریات کا غلبہ رہا۔ جس نے آمریت کو استحکام بخشا، حکمرانوں کے ہاتھ مضبوط کئے اور

حصول اقتدار کو حاصل زندگی بنا دیا۔ سترھویں صدی عیسوی میں انسان کے ''فطری حقوق'' (Natural Rights) کا نظریہ ابھرا۔ ۱۶۷۹ء میں برطانوی پارلیمنٹ نے ''حبس بے جا'' کا قانون منظور کیا۔

۱۶۸۴ء میں انقلابی فوج نے برطانوی پارلیمنٹ کے اقتدار اعلیٰ کی حدود متعین کر دیں۔ ۱۶۸۹ء میں پارلیمنٹ نے برطانیہ کی دستوری تاریخ کی اہم دستاویز ''قانون حقوق'' (Bil of Rights) منظور کیا، بقول لارڈ ایکٹن (Lord Acton) یہ انگریز قوم کا عظیم کارنامہ ہے۔ اس بل کو برطانیہ کی تحریک آزادی میں بنیادی اہمیت اور تکمیل قرار دیا جاتا ہے۔ کیونکہ اس کے ذریعہ ''بنیادی حقوق'' کا تعین کر دیا گیا۔ (یہ گویا مغربی دنیا میں ''بنیادی انسانی حقوق'' کا نقطہ آغاز ہے)

۱۲ جون ۱۷۷۶ء کو امریکی ریاست ورجینیا (Virginia) سے جارج میسن (George Mason) کا تحریر کردہ ''منشور حقوق'' جاری ہوا، جس میں صحافت، مذہب کی آزادی، اور عدالتی چارہ جوئی کے حق کی ضمانت دی گئی۔

۱۲ جولائی ۱۷۷۶ء کو امریکہ کا اعلان آزادی جاری ہوا، جس میں ''فطری قانون'' (Law of Nature) کے حوالہ سے فطری انسانی حقوق کی تعیین کی گئی۔

۱۷۸۹ء میں امریکی کانگریس نے اس میں دس ترمیمات کیں، جو ''قانون حقوق'' (Declaration of the Rights of Man) منظور کیا۔

۱۷۹۲ء میں تھامس پین (Thomas Paine) نے اپنا مشہور کتابچہ ''حقوق انسانی'' (The Rights of Man) شائع کیا۔

انیسویں اور بیسویں صدی میں ریاستوں کے دساتیر میں ''بنیادی انسانی حقوق'' شامل کئے گئے۔

۱۹۴۰ء میں مشہور مغربی ادیب (H.G.Wells) نے اپنی کتاب ''دنیا کا نیا نظام'' (New World Order) میں ''منشور انسانی حقوق'' کے اجراء کی تجویز پیش کی۔

جنوری ۱۹۴۱ء میں صدر روز ویلٹ (Roose Velt) نے کانگریس سے چار آزادیوں کی حمایت کرنے کی اپیل کی۔

اگست ۱۹۴۱ء میں منشور اوقیانوس (Atlantic Charter) پر دستخط ہوئے، جس کا مقصد بقول چرچل! ''انسانی حقوق کی علمبراری کے ساتھ جنگ کا خاتمہ تھا''دوسری جنگ عظیم کے بعد تحریری دساتیر میں ''بنیادی انسانی حقوق'' کی شمولیت مزید نمایاں ہوئی، فرانس نے اپنے ۱۹۴۶ء کے دستور میں ۱۷۸۹ء کے منشور انسانی حقوق کو شامل کیا، اسی سال جاپان نے بنیادی حقوق کو دستور کا حصہ بنایا، ۱۹۴۷ء میں اٹلی نے اپنے دستور میں انسانی حقوق کی ضمانت دی۔

مغرب میں ان کوششوں کے بعد بالآخر ۱۰ر دسمبر ۱۹۴۸ء کو ''اقوام متحدہ'' کا ''منشور انسانی حقوق'' جاری ہوا، جس میں وہ تمام حقوق سمو دیے گئے جو مختلف یورپی ممالک کے دساتیر میں شامل تھے۔ یا انسانی ذہن میں آسکتے تھے۔[۲۴]

یہ تھا مغربی دنیا میں ''انسانی حقوق'' کی تحریک کے آغاز و ارتقاء کا تاریخی سفر، جس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ مغرب کی انسانی حقوق کی علمبرداری، دنیا کا بنیادی انسانی حقوق کا سفر گیارہویں صدی عیسوی میں برطانیہ سے ۱۰۳۷ء میں شروع ہوا اور ۱۹۸۴ء کو اقوام متحدہ کی جانب سے جاری کردہ ''منشور انسانی حقوق'' پر ختم ہوا۔[۲۵]

خواتین کے حقوق کی تحریک ۱۸۴۸ء میں شروع ہوئی۔[۲۶] پہلے یہ تحریک ووٹ کے حق کے لئے چلائی گئی۔ جس کے نتیجہ میں برازیل میں ۱۹۳۲ء میں ووٹ کا حق ملا۔ امریکہ میں ۱۹۲۰ء میں، جرمنی میں ۱۹۱۴ء میں۔[۲۷] اس کے بعد حقوق کی تحریک کے نتیجہ میں امریکی خواتین کو ۱۹۲۸ء میں حقوق ملنا شروع ہوئے۔ فرانس میں ۱۹۴۵ء میں، بلجیکا میں ۱۹۴۶ء میں، نیوزی لینڈ میں ۱۸۹۱ء میں، آسٹریلیا میں ۱۹۰۲ء میں، کینیڈا ۱۹۷۱ء میں، برازیل میں ۱۹۳۴ء میں، ارجنٹائن میں ۱۹۴۷ء میں، جاپان میں ۱۹۴۵ء میں۔ یہ حقوق بھی رفتہ رفتہ حاصل ہوئے۔ مردوں کے مساوی تنخواہ کا حق، پارلیمنٹ کی ممبر بننے کا حق اور رفتہ رفتہ ان پر تعلیم، صحافت، تصنیف و تالیف اور دیگر شعبوں کے دروازے کھولے گئے۔[۲۸] جبکہ اسلام نے عورت کو یہ حقوق آج سے چودہ سو سال پہلے بغیر کسی کے مطالبہ کے از خود عطا کر دیئے تھے۔

اسلام میں خواتین کا مقام اور ان کے حقوق

انسان کے بنیادی حقوق کا مسئلہ درحقیقت اس کائنات میں انسان کی حیثیت، اس کے مقصد وجود، معاشرے اور ریاست کے ساتھ اس کے تعلقات کی نوعیت اور خود اس کائنات کی تخلیق اور اس کے آغاز و انجام کی حقیقت کو ٹھیک ٹھیک سمجھ لینے کا مسئلہ ہے۔ انسان کے حقوق کیا ہیں؟ اس سوال کا جواب ممکن ہی نہیں ہے۔ جب تک یہ طے نہ کرلیا جائے کہ آخر اس دنیا میں انسان کا منصب و مقام کیا ہے، گویا حق کا سوال حیثیت کے سوال سے مربوط ہے۔ انسان کی حیثیت کو جانے بغیر یا اس کے بارے میں کوئی رائے قائم کئے بغیر ہم اس کے حقوق کا تعین نہیں کرسکتے۔

انسانی زندگی سے متعلق ان بنیادی سوالات کو حل کرنے کے لئے ہمیں صرف الہامی مذاہب ہی سے رہنمائی حاصل ہوسکتی تھی، کیونکہ ہمارے پاس کوئی دوسرا قابل اعتماد ذریعہ علم موجود نہیں تھا، لیکن انسان نے جب وحی کے ذریعہ علم کو نظرانداز کرکے محض عقل کے بل پر ان سوالات کا جواب تلاش کرنے کی کوشش کی تو یہیں سے ظن و گمان کی بھول بھلیوں اور جہل کی وادیوں میں ٹھوکروں پر ٹھوکریں کھانے کا آغاز ہوا، یہ حقائق حواس پر مبنی تجربہ اور مشاہدہ کی گرفت سے ماورا تھے، بدون تاریخ جو اس کائنات میں انسانی زندگی کے آغاز سے لاکھوں سال بعد وجود میں آئی۔ ان حقائق تک رسائی کے لئے اپنے ریکارڈ میں کوئی مواد پیش کرنے سے قاصر تھی۔(۲۹)

تاریخی اعتبار سے دیکھا جائے تو اسلام میں بنیادی حقوق کا تصور اتنا ہی قدیم ہے جتنا انسان کا وجود خالق کائنات نے جس طرح طبعی زندگی کے اسباب ہوا، پانی خوراک پیدائش سے پہلے عطا کر دیئے تھے۔ اسی طرح ضابطۂ حیات سے بھی آدم اور نسل آدم کو بذریعہ وحی آگاہ کرنے کا سلسلہ شروع کر دیا تھا جو آدم سے شروع ہوکر محمد ﷺ پر ختم ہوا۔(۳۰)

اب زیرِ بحث موضوع سے متعلق اسلامی نقطۂ نظر یعنی خواتین کو مختلف حیثیتوں میں کیا حقوق حاصل ہیں، انہیں قرآن و سنت کی روشنی میں واضح کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

خواتین کے حقوق و فرائض

حقوق میں بہت سے حقوق وہ ہیں جن کا مرد و عورت دونوں سے تعلق ہے، لیکن کچھ حقوق وہ ہیں جن کا تعلق خواتین سے ہے، خواتین کی بھی چار بنیادی حیثیتیں ہیں، بیٹی، بہن، بیوی، ماں کچھ حقوق وہ ہیں جن کا تعلق چاروں سے ہے، کچھ حقوق وہ ہیں جن کا تعلق کسی خاص حیثیت سے ہے۔ اسی وجہ سے میں جس حق کا تعلق غالب درجہ میں عورت کی جس حیثیت سے ہے اس کے ضمن میں بیان کروں گی پھر آخر میں مشترکہ حقوق پر روشنی ڈالوں گی۔

بحیثیت بیٹی

بچے اور بچیاں اللہ کی نعمت ہیں، قرآن نے انہیں زِینَةَ الْحَیَاةِ الدُّنیاَ [۳۱] دنیا کی زینت کہا ہے نبی کے توسط سے مسلمانوں کو نیک اولاد کی دعاء مانگنے کا طریقہ [۳۲] سکھایا گیا ہے۔ بچیوں کے کچھ حقوق وہ ہیں جن کا تعلق مذہب سے ہے۔ کچھ وہ ہیں جن کا تعلق معاشرت سے، کچھ وہ ہیں جن کا تعلق مال سے ہے۔

۱۔ بچیوں کا پہلا حق یہ ہے کہ ان کی پیدائش حلال تعلق کے نتیجہ میں ہو۔

۲۔ پیدائش کے بعد شرعی رسومات کی ذمہ داریاں حسب استطاعت ادا کی جائیں۔

۳۔ تعلیم دلوانا بچی کا حق اور والدین کا فریضہ ہے۔ ابوذر قلمونی لکھتے ہیں : فرائض کا علم عورت کو اپنے شوہر یا والد سے حاصل کرنا چاہئے۔ [۳۳] بچیاں عہد اسلامی میں بہت اہتمام سے علم حاصل کرتی تھیں، زینب جو حضرت اُم سلمہؓ کی بیٹی تھیں ابن عبدالبر نے لکھا ہے وہ اپنے زمانہ کی فقیہ تھیں۔ [۳۴] عیسیٰ ابن مسکین کے بارے میں لکھا ہے صبح وہ خود لوگوں کو تعلیم دیتے تھے، شام کو ان کی بیٹیاں اور بھائی کی بیٹیاں لوگوں کو تعلیم دیتی تھیں۔ [۳۵] خطیب بغدادی نے صحیح البخاری کریمہ بنت احمد المروزی سے پڑھی ہے۔ [۳۶] بقول علی میاںؒ انہی سے منقول نسخہ آج برصغیر میں رائج ہے۔ تعلیم بچی کا حق اور والدین کا فریضہ ہے، ارشاد نبوی ہے علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ عبدالحی کتانی نے اس حق پر بہت مفصل انداز میں روشنی ڈالی ہے۔ [۳۷]

۴۔ تربیت انسانیت کا جوہر اور اسلامی تعلیمات کا محور ہے ،خود نبی کریم ﷺ نے اپنی بیٹیوں کی اعلیٰ تربیت فرمائی، قرآن کریم نے تمام مسلمانوں کو حکم دیا ہے: قُوْا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَاراً (۳۸) خود بھی نیک کام کر کے جہنم سے بچو اولاد کو بھی بچاؤ، اور یہ صرف اچھی تعلیم کے ساتھ تربیت سے ہی ممکن ہے۔ امام ابن جوزیؒ نے ایک حدیث نقل کی ہے آپ ﷺ نے فرمایا :

من كن له' ثلاث بنات يؤدبهن وير حمهن ويكفلهن وجبت له الجنة بتةَ قيل يا رسول الله (ﷺ) فان كانتا اثنتين قال وان كانتا اثنتين قال فرأى بعض القوم أن لوقالوا واحدة لقال واحدة۔ (۳۹)

''جس کی تین بچیاں ہوں اور وہ انہیں (اعلیٰ تربیت کے ذریعہ) مؤدب و مہذب بنائے ان کے ساتھ رحمدلی کا معاملہ کرے ان کی کفالت کرے تو اللہ نے اس کے لئے ہرحال میں جنت واجب کر دی ہے، نبی کریم ﷺ سے سوال کیا گیا اگر اس کی دو بچیاں ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا دو ہوں پھر بھی یہی حکم ہے، بعض افراد نے کہا اگر صرف ایک بچی ہو تو آپ ﷺ نے فرمایا پھر بھی یہی حکم ہے''۔

یہاں خصوصی طور سے بچیوں کا ذکر کیا گیا ہے اس لئے کہ عرب بچوں کی تو اعلیٰ تربیت کرتے بچیوں پر توجہ نہیں دیتے تھے۔ اعلیٰ تربیت اسی وقت ممکن ہے کہ پہلے والدین خود عمل کریں، پھر بچے بھی عمل کریں گے۔ آپ ﷺ نہ خود صدقہ کھاتے نہ حسنینؓ کو کھانے دیتے تھے۔ (۴۰) نہ خود جھوٹ بولتے نہ بچوں کو بولنے دیتے تھے۔ (۴۱) بچوں کو کھانا کھاتے ہوئے ادب سکھاتے تھے۔ (۴۲)

۵۔ بچوں اور بچیوں کے ساتھ مساوات کا سلوک : بھی بچی کا حق ہے ایک شخص نے اپنے ایک بچہ کو جائداد دی اور اس پر آپ ﷺ کو گواہ بنانا چاہا آپ ﷺ نے فرمایا تم نے دوسروں کو کیا دیا اس نے کہا کچھ نہیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا کیا تم مجھے ظلم پر گواہ بنانا چاہتے ہو، یعنی اگر کچھ دیا جائے تو سب کو برابر دیا جائے۔ (۴۳) اسی طرح جو یتیم بچی زیر پرورش ہو اس کے بھی یہی پانچوں حقوق ہیں، جیسا کہ سورۃ النسا میں حکم دیا گیا ہے۔ (۴۴)

اور اس کی فضیلت واضح کرتے ہوئے فرمایا : أنا وکا فل الیتیم ھکذا(۴۵) میں اور یتیم کی کفالت کرنے والے قیامت کے دن اس طرح ساتھ ہوں گے جیسے یہ دو انگلیاں۔ لہٰذا بیوی کے پچھلے شوہر کی اولاد کے بھی یہی حقوق ہوں گے۔(۴۶)

۶۔ ماں کے پاس پرورش کا حق: بچیاں چونکہ ماں سے زیادہ مانوس ہوتی ہیں اس لئے بلوغت تک ماں کے پاس رہنے کا حق ہے، جیسا کہ آپ ﷺ نے ایک عدالتی فیصلہ دیتے ہوئے فرمایا تھا : انت احق بہ مالم تنکحی۔(۴۷) جامع ترمذی کی روایت ہے جس نے ماں کو اس کے بچے یا بچی سے جدا کیا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس شخص کو اس کے پسندیدہ لوگوں سے جدا کر دے گا۔(۴۸)

۷۔ نفقہ (اخراجات) و کفالت کا حق : بچوں کا حق ہے کہ والدین و سرپرست ان کی مالی کفالت کریں اور ان کے جملہ اخراجات اپنی وسعت کے مطابق اٹھائیں۔(۴۹) اگر بچے معذور ہوں تو ساری زندگی ان کی کفالت والدین کے ذمہ رہتی ہے۔

۸۔ محبت کا حق : بچوں سے محبت ان کا حق ہے۔ سیرت طیبہ ﷺ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے آپ ﷺ بچوں سے پیار کرتے، حضرت حسنؓ کو پیار کرنے پر جب ایک دیہاتی نے اعتراض کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا میرے بس میں نہیں ہے کہ بچوں کی محبت تیرے دل میں ڈالوں جب اللہ نے کھینچ لی ہے۔(۵۰) اقرع بن حابس کو جواب دیا " من لا یرحم لا یرحم" جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔ فرمایا ''جو بچوں سے رحمت و محبت کا سلوک نہیں کرتا وہ ہم میں سے نہیں ہے''۔(۵۱)

۹۔ عزت کا حق : رحمت کا تقاضا ہے بچوں کی عزت کی جائے ان کی اہانت کا رویہ اختیار نہ کیا جائے۔ آپ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا : سن لو تمہارا مال، جان آبرو قیامت تک کے لئے ایک دوسرے پر حرام ہیں۔(۵۲) اگر ہم بچوں کے ساتھ بدسلوکی کریں ذلت آمیز رویہ اختیار کریں تو کل بڑے ہوکر وہ بھی ایسا ہی کریں گے سورۂ الحجرات میں مذاق اڑانے طعنہ زنی کرنے اور برے نام رکھنے سے باز رہنے کا حکم بچوں کے لئے بھی ہے۔(۵۳) بچوں کا اچھا نام رکھنا اسی نام سے بلانا یہ ان کا حق ہے۔ جیسا کہ آپ ﷺ نے حکم دیا ہے ارشاد نبوی ﷺ: اکرم ولدک واحسن ادبہٗ (۵۴) اپنے بچوں کی عزت

کرو اور ان کی اچھی تربیت کرو۔

۱۰۔ تجہیز و تکفین کا حق : اگر بچہ کا انتقال ہو جائے تو پورے اعزاز و اکرام اور اسلامی رسوم سے غسل، کفن اور جنازہ کے ساتھ اسے دفنایا جائے گا، جیسا کہ آپ ﷺ نے عبداللہ بن عثمان غنیؓ کے ساتھ کیا۔[۵۵] (مردہ بچے کے بارے میں جنازہ کے مسئلہ میں اختلاف ہے) بچیوں کے ان دس اہم حقوق کی وضاحت کے بعد اب ہم ان کے فرائض کا بھی سیرت طیبہ ﷺ کی روشنی میں مختصر جائزہ پیش کرتے ہیں۔

فرائض

بچیوں کا فرض ہے وہ والدین کی اطاعت کریں۔ اللہ نے وصیت کے انداز میں حکم دیا ہے: وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا[۵۶] والدین کے ساتھ احسان اور حسن سلوک کا معاملہ کریں، یہی حکم سورۂ مریم[۵۷] سورۂ بقرہ [۵۸]، سورۂ النساء[۵۹]، سورۂ الانعام[۶۰] اور سورۂ لقمان[۶۱] میں دھرایا گیا ہے بلکہ تاکیداً فرمایا گیا ہے کہ اگر بڑھاپے کے اثر سے وہ ناجائز باتیں بھی کریں تو انہیں جواب نہ دو برداشت کرو۔[۶۲] ہاں اگر خلاف شرع کام کا حکم دیں تو اطاعت لازم نہیں۔ صحیح بخاری کی روایت ہے آپ ﷺ نے فرمایا پنج وقتہ نماز کے بعد سب سے اہم کام والدین سے حسن سلوک ہے۔[۶۳] دوسرا اہم فریضہ والدین کی مالی و جسمانی خدمت ہے۔ حتی کہ جہاد جیسا فریضہ بھی ان کی اجازت کے بغیر نہیں کیا جاسکتا بالخصوص اس وقت جبکہ کوئی ان کی خدمت کرنے والا نہ ہو جیسا کہ معاویہ بن جاھمۃ کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔[۶۴] اویس قرنیؒ کو بھی بہترین تابعی ہونے کی فضیلت والدہ کی خدمت کی وجہ سے ملی۔[۶۵] اس لئے والدین کو دکھ نہیں دینا چاہئے۔ اگر والدین کا انتقال ہو جائے تو اولاد کا فرض ہے کہ ان کے لئے ایصال ثواب کریں۔ اگر بچی خوشحال ہے اور والدین غریب ہیں تو ان کی کفالت کرے۔ آپ ﷺ نے فرمایا من برّ والدیہ طوبیٰ لہٗ زاد اللہ فی عمرہ[۶۶] جو اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کرتا ہے اس کے لئے خوشخبری ہے کہ اللہ اس کی عمر لمبی کرتا ہے میں یہاں اس طرف متوجہ کرنا چاہوں گی کہ یہ احکام سگے اور سوتیلے والدین اور رضاعی والدہ سب کو شامل ہیں۔

بحیثیت بہن

عورت کی دوسری حیثیت بہن ہونا ہے۔ بہنوں کو بھی وہی تمام دس حقوق حاصل ہیں جو اوپر بچیوں کے حقوق میں بیان کیے جا چکے ہیں۔

بڑی بہن بڑے بھائی کے حکم میں ہے اور بڑا بھائی باپ کی حیثیت رکھتا ہے۔ بقول حضرت تھانویؒ اسی پر بڑی بہن اور چھوٹی بہن کو قیاس کرلینا چاہئے۔[٦٧] ایک حدیث اوپر (حق نمبر چار میں) ملاحظہ کر چکے ہیں۔ جامع ترمذی کی روایت ہے آپ ﷺ نے فرمایا:

من كانت له ثلاث بنات أوثلاث اخوات أو ابنتان او اخوتان فا حسن صحبتهن واتقى الله فيهن فله الجنة۔[٦٨]

"جس کی تین بچیاں یا تین بہنیں دو بچیاں یا دو بہنیں ہوں، اس نے انہیں اچھی طرح رکھا اور اللہ سے ڈرتا رہا تو فرمایا اس کے لئے جنت ہے"

آپ ﷺ نے فرمایا جو کچھ تم اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہو اس میں سب سے زیادہ فضیلت اس خرچ پر ہے جو تم اپنے اہل و عیال پر خرچ کرتے ہو۔[٦٩]

١١۔ عبادت کا حق: اگر عورت بالغ ہو جائے تو اس پر شرعاً تمام عبادات کی ادائیگی لازم ہو جاتی ہے۔ یہ اس کا فریضہ بھی ہے اور حق بھی لہٰذا اسے عبادت سے نہیں روکا جاسکتا جیسا کہ سورہ النحل، النساء اور الاحزاب میں حکم دیا گیا ہے۔[٧٠]

١٢۔ نکاح کا حق: عورت کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنی مرضی سے نکاح کرے۔ اسلامی نقطہ نظر سے اسے کسی کے ساتھ نکاح کرنے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا، شہید مرتضی مطہری لکھتے ہیں آپ ﷺ کے پاس جب حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہؓ کے لئے نکاح کا پیغام بھیجا تو آپ ﷺ نے انہیں فرمایا: اب تک کئی افراد نے فاطمہؓ کے لئے نکاح کا پیغام دیا ہے، میں نے ان کے لئے خود فاطمہ سے بات کی مگر فاطمہ نے چہرے سے ناگواری کا اظہار کیا، اس لئے منع کر دیا گیا، اب تمہاری بات بھی کرلیتے ہیں۔ پھر فاطمہؓ کی رضامندی سے آپ ﷺ نے یہ رشتہ طے فرما دیا۔[٧١] یہ آپ ﷺ کی سیرت تھی، تعلیمات بھی ملاحظہ فرمائیں آپ ﷺ نے فرمایا:

تنكح الأيم حتى تستأ مر ولا تنكح البكر حتي تستأذن۔[٧٢]

شادی شدہ کی دوسری شادی اس کی مرضی کے بغیر نہ کی جائے اور غیر شادی شدہ کی شادی اس کی اجازت کے بغیر نہ کریں۔

اسی طرح نکاح شغار جس میں باپ اپنی بیٹی یا بھائی اپنی بہن دوسرے کے نکاح میں بلا مہر دے کر اس کے بدلہ اس کی بیٹی یا بہن کو اپنے نکاح میں لیتا ہے یہ شرعاً ممنوع ہے اس لئے کہ عورت مال نہیں ہے جس کا تبادلہ کوئی شخص اپنی مرضی سے کرلے۔

فرائض

ایک بہن کے فرائض بھی۔ جو درج بالا ہیں، البتہ اس کو اپنے سے چھوٹوں پر وہی مقام حاصل ہے جو باپ کو اولاد پرہوتا ہے۔ اس حیثیت میں بڑی بہن کی وہی ذمہ داریاں ہیں جو بڑے بھائی کی ہیں۔ اسے چاہیے اپنے چھوٹے بہن بھائیوں کا خیال رکھے، ان کی اچھی تربیت کرے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: المرأة راعية على اهل بيت زوجها وهى مسؤلة عنهم(۷۳)عورت اپنے شوہر کے گھر کی نگران ہے، اس سے اس کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے جو بہن گھر میں بڑی ہو وہ گھر کی نگران ہے۔ اسے چاہئے وہ اپنے سے چھوٹوں کی تعلیم، تربیت، ضروریات کی نگرانی کرے۔

بحیثیت بیوی

عورت کی تیسری حیثیت اور شناخت ''بیوی'' کی ہے۔

۱۳۔ مہر کا حق: بیوی کی حیثیت قبول کرتے ہی عورت کو حق حاصل ہو جاتا ہے کہ وہ اپنا مہر شوہر سے وصول کرے۔ اسی طرح عورت کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنا معقول مہر مقرر کروائے۔ اور مہر میں ملنے والا مال عورت ہی کی ملکیت ہوگا۔ ہمارے ہاں یہ ہوتا ہے کہ والدین مہر بچی کو دینے کے بجائے اپنی جیب میں رکھ لیتے ہیں۔ یا شوہر ساری زندگی مہر ہی ادا نہیں کرتے بلکہ عورت کو یونہی مجبور کرتے ہیں کہ مہر معاف کردو اس کی شریعت میں قطعاً اجازت نہیں بلکہ قرآن میں مردوں کو واضح حکم دیا گیا ہے:

وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً ۝ (۷٤)

''عورتوں کو ان کا حق مہر پورا پورا ادا کرو۔'' اس کی تائید دوسری آیت سے

بھی ہوتی ہے۔

فَمَا اسْتَمْتَعْتُم بِهِ مِنْهُنَّ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ فَرِيضَةً ○ (۷۵)

یعنی جن عورتوں سے استفادہ کرو تو ان کا مہر بھی پورا ادا کرو۔

ہاں البتہ اگر عورت مہر وصول کرنے کے بعد اپنی خوش دلی سے کچھ یا مکمل مہر شوہر کو واپس کردے تو اس کے لئے اس مہر کو استعمال کرنا جائز ہے۔ مہر کتنا ہو اس کی شریعت نے کوئی حد مقرر نہیں کی۔ حضرت عمرؓ نے مہر کی حد مقرر کرنی چاہی تو ایک بڑھیا نے کھڑے ہوکر اعتراض کیا اور آپؓ نے اس اعتراض کو قبول کیا۔ ہاں البتہ فقہاء کی رائے ہے کہ مہر شوہر کی حیثیت کے مطابق ہونا چاہئے۔ اختلاف مہر کی صورت میں فیصلہ مہر مثل کی بنیاد پر ہوگا۔(۷۶)

۱۴۔ نفقہ (اخراجات) کا حق: عورت کا دوسرا حق یہ کہ شوہر اس کے کھانے پینے لباس اور رہائش کے اخراجات برداشت کرے۔(۷۷) عورت مرد سے زیادہ مالدار ہو پھر بھی بیوی کا نفقہ شوہر پر فرض ہے۔(۷۸) سورۂ طلاق میں حکم ہے:

أَسْكِنُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنتُم مِّن وُّجْدِكُمْ ۔(۷۹)

اپنی حیثیت کے مطابق ان کو رہنے کا مکان دو،

یہی وجہ ہے کہ اگر شوہر اس حق کو ادا کرنے میں ناکام رہے تو صحیح بخاری کی روایت کے مطابق عورت کو حق ہے مطالبہ کرے اما ان تطعمنی و اما ان تطلقنی(۸۰) یا تو مجھے کھلاؤ ورنہ طلاق دے دو، سورۂ طلاق کے مطابق مرد اپنی وسعت کے مطابق اور عرف کے مطابق خرچ کرنے کا پابند ہے۔(۸۱) آپ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ شوہر پر بیوی کے کیا حقوق ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا:

تطعمها إذا طعمت وتكسوها إذا اكتسيت۔(۸۲)

جو تم کھاؤ وہ اپنی بیوی کو کھلاؤ جو تم پہنو اسی درجہ کا لباس اسے پہناؤ۔

ارشاد نبوی ﷺ ہے: اللہ کی راہ میں جو مال خرچ کیا جاتا ہے اس میں بہترین صدقہ وہ ہے جو انسان اپنی بیوی پر خرچ کرتا ہے۔(۸۳) ایک سائل کے جواب میں فرمایا: انفقہ علی زوجتک(۸۴) مال کو اپنی بیوی پر خرچ کرو، فرمایا: بیوی پر خرچ ہونے والے ایک لقمہ پر

بھی ثواب ملتا ہے۔[۸۵]

۱۵۔ خلع کا حق : اگر کوئی شوہر بیوی سے حقوق زوجیت ادا کرنے میں ناکام رہے تو عورت کو حق حاصل ہے کہ وہ عدالت سے نکاح فسخ (ختم) کروالے۔[۸۶] اگر شوہر کے ساتھ زندگی گزارنا ناممکن نظر آئے، صلح کی کوئی صورت نہ بن سکے تو بیوی کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ عدالت سے خلع حاصل کرکے آزاد ہو جائے۔

۱۶۔ مساوات کا حق : اگر کسی شخص کی اور بھی بیویاں ہوں تو مرد پر لازم ہے کہ وہ مساوات کا معاملہ کرے یہ مرد پر فرض ہے اورعورت کا حق ہے۔[۸۷] ارشاد نبوی ہے:

من کانت له إمرأتان فلم یعدل بینهما جاء یوم القیامة وشقه ساقط[۸۸]

جس کی دو بیویاں ہوں وہ ان کے درمیان عدل نہیں کرے گا تو قیامت کے دن ایسی حالت میں آئے گا کہ اس کا کاندھا جھکا ہوا ہوگا۔

۱۷۔ شوہر کی خدمت اور گھریلو کام سے انکار کا حق : فقہاء کرام نے اس بات کی صراحت کی ہے کہ عورت پر گھریلو کام کھانا پکانا، کپڑے دھونا لازم نہیں، اگر شوہر ملازم رکھنے کی استطاعت رکھتا ہو تو اس پر ملازم رکھنا لازم ہے، بلکہ ان سب کاموں کی انجام دہی شوہر کی ذمہ داری ہے۔ جیسا کہ علامہ کاسانی نے صراحت فرمائی ہے۔[۸۹]

۱۸۔ بچے کو دودھ پلانے سے انکار کا حق : عورت کو حق ہے عام حالات میں دودھ پلانے سے انکار کردے اور شوہر دودھ پلانے کے لئے کسی کو ملازم رکھے، قرآن سے بھی اس کی اجازت معلوم ہوتی ہے فرمایا : وَاِنْ تَعَاسَرْ تُمْ فَسَتُرْ ضِعُ وْا لَهٗ اُخْرٰیٓ[۹۰] اگر دودھ پلانے کے مسئلہ پر اختلاف ہو جائے تو شوہر دودھ پلانے کے لئے کسی اور عورت سے معاوضہ پر دودھ پلوائے۔[۹۱] آپ ﷺ نے بھی حلیمہ سے دودھ پیا اور اپنے بیٹے ابراہیم کو بھی دودھ پلوایا ، اسی طرح عورت کو اپنی عزت و آبرو کے تحفظ کا حق حاصل ہے۔ جس کا پہلے ذکر کیا جا چکا ہے۔

۱۹۔ رشتہ داروں سے ملنے کا حق : بیوی کو حق حاصل ہے کہ وہ اپنے محارم سے ملے جلے، شوہر کو قطع رحمی کی ممانعت ہے۔ بیوی کا ایک حق یہ بھی ہے کہ شوہر اس سے محبت کرے اس حق کا پہلے ذکر آ چکا ہے اسی طرح ایک حق یہ بھی ہے کہ بیوی کی عزت کرے

اس کا بیان بھی پہلے آ چکا ہے۔

فرائض

بیوی کے جہاں شریعت نے بہت سے حقوق بیان کئے ہیں وہیں اس پر کچھ فرائض بھی عائد کئے ہیں۔ اور وہ اس حد تک بڑھے ہوئے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا اگر اللہ کے علاوہ کسی کو سجدہ کرنا جائز ہوتا تو بیویوں کو حکم دیتا کہ ان تسجد لزوجھا(۱۰۴) شوہروں کو سجدہ کریں، عورت کا پہلا فرض یہ ہے کہ وہ پاک دامن رہے۔ دوسرا یہ کہ شوہر کی ناشکری نہ کرے ارشاد نبوی ﷺ ہے:

لا ینظر اللہ إلیٰ إمرأۃ لا تشکر لزوجھا۔(۹۲)

اللہ ایسی عورت پر رحمت کی نظر نہیں ڈالتا جو شوہر کی ناشکری کرتی ہے۔

بیوی کا تیسرا فرض یہ ہے کہ شوہر کی غیر موجودگی میں اس کے مال اس کی اولاد کی صحیح طرح حفاظت ونگرانی کرے، آپ ﷺ نے فرمایا:

والمرأۃ فی بیت زوجھا راعیۃ۔(۹۳)

عورت شوہر کے گھر کی نگران ہے، قیامت کے دن اس سے اس کی باز پرس کی جائے گی۔

بیوی کا چوتھا فریضہ یہ ہے کہ وہ شوہر کی ہر جائز حکم میں اطاعت کرے اور حقوق زوجیت کے لئے جب شوہر مدعو کرے تو اس کی اطاعت کرے حتیٰ کہ نفلی روزہ تک شوہر کی اجازت سے رکھنے اور اس کے مطالبہ پر توڑنے کا آپ ﷺ نے حکم دیا ہے۔(۹۴) شوہر سے ادب سے بات کرنا اس کے عزیزوں کی عزت کرنا۔(۹۵) اہم فرائض میں داخل ہے۔

بحیثیت ماں

عورت کی ایک حیثیت ماں کی ہے۔ انسانی زندگی کا یہ آخری اسٹیج ہے۔ اور یہی مقام سب سے زیادہ مقدم ہے۔ اسلام نے ماں کو جو مقام اور حقوق عطا کئے ہیں اس کی نظیر ملنا مشکل ہے۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے: ''الجنۃ تحت اقدام الامھات'' جنت ماں کے قدموں تلے ہے۔ ارشاد باری ہے ہم نے والدین سے حسن سلوک کی وصیت کی ہے۔ اس لئے کہ ماں

نو ماہ تک پیٹ میں پرورش کی تکلیف اٹھاتی ہے پھر پیدائش کی تکلیف اس کے بعد اپنے خون سے بنے ہوئے دودھ سے سیراب کرتی اور اس کی پرورش میں رات کی نیند دن کا سکون صرف کرتی ہے۔(۹۶) ماں کو وہی حقوق حاصل ہیں جو بیویوں کے حقوق کے ضمن میں بیان کیے جا چکے ہیں۔ اس کے علاوہ کچھ یہ ہیں۔

۲۰۔ بچی کی پرورش کا حق : بچہ کو سات سال تک اور بچی کو بلوغت تک اپنے پاس رکھنا ماں کا حق ہے۔ طلاق یا خلع کی صورت میں جو شوہر اولاد چھین لیتے ہیں وہ ظلم کرتے ہیں، ارشاد ربانی ہے : لَا تُضَارَّ وَالِدَةٌ بِوَلَدِهَا (۹۷) ماں سے بچہ کو جدا کرکے اس کو تکلیف نہ پہنچائی جائے، آپ ﷺ نے ایک کیس کا فیصلہ کرتے ہوئے فرمایا : انت احق به مالم تنکحی (۹۸) جب تک تم نکاحِ ثانی نہیں کرتیں اس وقت تک تم ہی پرورش کی حق دار ہو، البتہ اخراجات شوہر کے ذمہ لازم ہیں۔

۲۱۔ عزت و احترام کا حق : ماں کی عزت و احترام باپ سے بھی زیادہ ہے۔ اس لئے کہ آپ ﷺ نے ماں کو باپ پر ایک درجہ زیادہ حق دار قرار دیا ہے۔ ماں چاہے سگی ہو یا سوتیلی یا رضاعی دودھ پلانے والی یا نومسلم ہو یا غیر مسلم ہر حال میں حکم یکساں ہے۔(۹۹) اسی لئے واضح حکم دیا گیا کہ انہیں اف بھی نہ کہو۔(۱۰۰) دادا، دادی ، نانا نانی اسی حکم میں ہیں۔ اگر خلاف شرع کوئی حکم دیں تو اطاعت لازم نہیں لیکن بے عزتی کا پھر بھی حق نہیں ہے۔

۲۲۔ کفالت کا حق : ماں کی کفالت یعنی ان کے کھانے پینے لباس رہائش کے اخراجات شوہر کے بعد اولاد کے ذمہ ہیں، اگر اولاد کفالت نہ کرے تو ماں عدالت سے انہیں پابند کرواسکتی ہے، البتہ اگر اولاد خود غریب ہو تو پھر وہ اس حق کا مطالبہ نہیں کرسکتی ہے۔

۲۳۔ عقد ثانی کا حق : اگر کسی عورت کے شوہر کا انتقال ہو جائے تو ماں کو دوسرے نکاح کا حق حاصل ہے۔ جیسا کہ نکاح کے حق کے ضمن میں لکھا جا چکا ہے، ایسے موقع پر اولاد یا رشتہ داروں کو اسے اپنی غیرت کے خلاف سمجھنا غلط ہے۔

فرائض

حقوق کے ساتھ کچھ فرائض بھی لازم کئے گئے ہیں کہ بحیثیت ماں کے شوہر کی غیر موجودگی میں وہ گھر کی سرپرست ہے۔ جیسا کہ ارشاد نبوی ﷺ : والمرأة راعية [۱۰۱] لہٰذا شوہر کی غیر موجودگی میں اس کے مال کی حفاظت اپنی آبرو کی حفاظت اور اولاد کی اعلیٰ تربیت ماں کے فرائض میں شامل ہے۔

عمومی حقوق

یہاں تک میں نے ان حقوق کا تذکرہ کیا ہے جو غالب درجہ میں خواتین کی کسی ایک حیثیت یعنی بیٹی، بہن، بیوی اور ماں سے متعلق تھے، اب یہاں میں ان حقوق کا تذکرہ کر رہی ہوں جو ان چاروں میں مشترکہ ہیں یعنی سب کے حقوق ہیں۔

۳۴۔ زندگی کا حق : اسلام میں ایک انسان کے قتل کو ساری انسانیت کا قتل قرار دیا گیا ہے اور ایک انسان کی زندگی بچانے کو سارے انسانوں کی زندگی بچانے کے مترادف قرار دیا گیا ہے۔[۱۰۲] اہل عرب کے بعض قبائل میں بچیوں کو زندہ درگور کرنے کی رسم تھی، بچیوں کی پیدائش پر شرم سے منہ چھپاکر پھرتے تھے۔[۱۰۳] انہیں قتل کرنے میں عزت کا تحفظ سمجھتے تھے۔ قتل کے پیچھے دو فلسفے تھے، ایک عزت کا تحفظ دوسرے اسے زندگی بھر کھلانا پڑے گا، قرآن کریم نے سورۂ التکویر[۱۰۴] میں پہلے فلسفہ اور سورۂ الانعام[۱۰۵] میں دوسرے فلسفہ کا رد کیا ہے، اسلام کی بدولت عرب سے یہ قبیح رسم ختم ہوگئی، لیکن زندگی ضائع کرنے کا حق پہلے بھی یورپ میں رائج تھا جیسے اسقاط حمل کی صورت اور اس کے پیچھے یہ فلسفہ تھا کہ جس نے پیدا کیا ہے اسے مارنے کا بھی حق ہے، پھر ہندوؤں میں ''ستی'' کی رسم کے نام پر عورتوں کا قتل ہوتا رہا۔[۱۰۶] اسلام نے خواتین کو زندگی کا تحفظ عطا فرمایا، حتی کہ جہاد کے موقع پر آپ ﷺ نے ایک خاتون کی لاش دیکھی تو فرمایا :

نهى عن قتل النساء والصبيان ۔[۱۰۷]

یعنی عورتوں اور بچے بچیوں کو ایسے موقع پر بھی قتل کی اجازت نہیں۔

۲۴۔ وراثت کا حق : اسلام سے پہلے دنیا کے کسی مذہب میں عورت کو وراثت کا حقدار

تسلیم نہیں کیا گیا۔ مولانا وحید الدین خان لکھتے ہیں:

قدیم دنیا میں مختلف توہماتی خیالات کے تحت عورت کو حقیر سمجھ لیا گیا تھا۔ اس کے نتیجے میں عورت کو جن حقوق سے محروم کیا گیا ان میں سے ایک جائداد کا حصہ تھا۔ خاندان کی جائداد میں عورت کا حصہ ختم کردیا گیا یہ اسلام تھا جس نے تاریخ میں پہلی بار باقاعدہ طو رپر عورتوں کا وراثتی حصہ مقرر کیا۔

J.M رابرٹس نے لکھا ہے:

Its coming was in many ways revolutionary, It kept women, for example, in an inferior position, but gave them legal rights over property not available to women in many European Countries Until the nineteenth Century. Even the slave had rights and inside the community of the believers there were no castes nor in hearted status. This revolution was rooted in a religion which-like that of the Jaws was not distinct from other sides of life, but embraced them all. (J.M. Roberts)[۱۰۸]

اسلام کی آمد بہت سے پہلوؤں سے انقلابی تھی، مثال کے طور پر اس نے عورتوں کو مردوں کے مقابلہ میں اگرچہ کم درجہ دیا مگر اس نے عورتوں کو جائداد پر قانونی حق دیا جو کہ یورپ کے اکثر ملکوں کی عورتوں کو ۱۹ ویں صدی عیسوی تک بھی حاصل نہ ہو سکتا تھا۔ حتی کہ غلام بھی حق رکھتے تھے اور اہل ایمان کی جماعت کے اندر نہ ذات پات تھی اور نہ پیدائشی درجات اس انقلاب کی جڑیں ایک ایسے مذہب میں جمی ہوئی تھیں جو کہ یہود کی مانند صرف دوسری زندگی سے تعلق نہیں رکھتا تھا بلکہ سب کچھ اپنے اندر سمیٹے ہوئے تھا۔

اسلام نے عورت کو وراثت میں. حق دلایا جبکہ اسلام سے پہلے عورت خود وراثت میں تقسیم ہوتی تھی، سورۃ النساء[۱۰۹] میں اللہ تعالٰی نے واضح حکم دیا کہ مرد کو جتنا حصہ ملے گا عورت کو اس کا نصف حصہ ملے گا، اور نصف دو وجہ سے ہے، ایک جہاد فرض نہ ہونے،

دوسرے مہر و نان نفقہ شوہر پر لازم ہونے کے سبب جیسا کہ شہید مطہری نے لکھا ہے۔ اعتراف حق کرتے ہوئے مستشرق ملادی لکھتے ہیں:

Muhammad did not only reform this, but made Provision for bettering the Position of women in respect of inheritance and Succession. He has laid down definite and specific rules in respect of the same.

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف زمانہ جاہلیت کی حق تلفی کو دور کیا بلکہ عورتوں کے لئے میراث میں. حصہ مقرر فرمایا اور وراثت کے سلسلے میں واضح قوانین مقرر فرمائے۔

۲۵۔ برابری کا حق : اسلام نے تمام انسانوں کو بلا تفریق جنس برابر قرار دیا ہے۔ سورہ الحجرات میں فرمایا:

ہم نے تم کو ایک مرد ایک عورت سے پیدا کیا، پھر قومیں برادریاں، بنائیں تاکہ تعارف میں آسانی ہو، اللہ کے نزدیک زیادہ معزز وہ شخص ہے جو زیادہ متقی ہے۔(۱۰۹)

خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر بھی اس کی وضاحت فرمادی الا بتقوٰی(۱۱۰) جو زیادہ اللہ سے ڈرتا ہے وہ زیادہ مرتبہ والا ہے۔کسی جنس نسل یا عہدہ کی بنا پر کوئی بڑا نہیں۔

۲٦۔ ملکیت کا حق : خواتین کو ملکیت کا حق نہیں تھا، اسلام نے انہیں ملکیت کا حق دے کر ان کی شخصیت کو مکمل کیا۔معروف مستشرق جرمن فاضلہ پروفیسر اینی میری شمل نے اپنے انٹرویو میں اعتراف کرتے ہوئے کہا میرے خیال میں یہ حقیقت بہت زیادہ اہمیت کی حامل ہے کہ قرآن مجید نے ساتویں صدی میں خاتون کو یہ غیر معمولی حق عطا کر دیا تھا کہ وہ نکاح کے بعد والدین کے گھر سے جو مال و اسباب یا دولت لے کر آئے یا شادی کے بعد خود کمائے اس پر خالصتاً خاتون کا اختیار ہوگا، اور شوہر کو بیوی کی املاک اور جائیداد پر قطعاً کوئی اختیار اور حق حاصل نہیں۔ یہ اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ اس دور میں جبکہ یورپ میں خواتین سراسر مردوں کی محتاج تھیں۔ اسلام کتنا ترقی پسند دین تھا۔(۱۱۱)

مولانا وحید الدین ایک انگریز مصنف کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

But gave them legal rights over property not available to woman in many European Countries Until the nineteenth Century.[۱۱۲]

اسلام نے عورتوں کو جائداد پر قانونی حق دیا جو کہ یورپ کے اکثر ملکوں کی عورتوں کو ۱۹ ویں صدی عیسوی تک بھی حاصل نہ ہوسکا تھا۔

آپ ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر بھی اعلان فرمایا کہ تمہارا مال ایک دوسرے پر حرام ہے۔کوئی بھی مردسوائے والدین کے عورت سے اس کی مرضی کے بغیر کچھ نہیں لے سکتا۔[۱۱۳] شوہر چاہے غریب ہو اخراجات اسی کی ذمہ داری ہے اور عورت اس کی اجازت کے بغیر بھی اس کے مال سے ضروریات پوری کرسکتی ہے جبکہ مرد عورت سے ایک روپیہ بھی اس کی مرضی کے بغیر نہیں لے سکتا۔

۲۷۔ غیر شرعی حکم ماننے سے انکار کا حق : اسلامی نقطہ نظر سے ملک کا حکمراں والدین یا شوہر جو بھی خلاف شریعت حکم دے اس کی اطاعت لازم نہیں جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا ہے: لا طاعة لمخلوق فی معصیة الخالق۔[۱۱۴]

۲۸۔ تبلیغ اسلام تنظیم و اجتماع کا حق : سورۂ آل عمران[۱۱۵] میں امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی ذمہ داری مردوں کے ساتھ خواتین پر بھی ڈالی گئی ہے، سورۂ التحریم میں حکم ہے : اپنے اہل خانہ کو بھی جہنم کی آگ سے بچاؤ۔[۱۱۶] لہٰذا خواتین کا حق ہے وہ بھی اسلام کے فروغ میں حتی الوسع حصہ لیں۔

۲۹۔ حصول انصاف کا حق : پیارے پیغمبر ﷺ کی آمد ہی حق و انصاف کی فراہمی کے لئے تھی مسلمانوں کو سورۂ النساء میں تعلیم دی گئی ہے کہ انصاف کے علمبردار بنو یہ انصاف خود تمہاری ذات یااقرباء کے خلاف کیوں نہ جاتا ہو۔[۱۱۷] اگر کسی عورت کے ساتھ نا انصافی ہوتی ہے یہ ناانصافی کرنے والا اس کا اپنا یااجنبی ہوتو وہ حصول انصاف کے لئے عدالت کا راستہ اختیار کرسکتی ہے۔

۳۰۔ اظہار رائے و احتساب کا حق : آپ ﷺ کا معمول تھا ہر کام میں صحابہ و صحابیات

سے مشورہ لیتے تھے۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر آپ ﷺ نے اپنی بیوی کے مشورہ سے احرام کھولدیا، خولہ بنت ثعلبہ، سر راہ عمرؓ کو روک کر نصیحت کرتی تھیں۔(۱۱۸) عمرؓ نے مہر کی رقم مقرر کرنی چاہی تو ایک خاتون نے بھری مجلس میں ٹوک دیا کہ جب قرآن نے آزادی دی ہے تو آپؓ کیسے محروم کرسکتے ہیں، آپؓ نے فرمایا ''اصابت امرأۃ واخطا عمرؓ''۔(۱۱۹) اس عورت نے صحیح کہا ہے عمرؓ سے غلطی ہوئی ہے۔

۳۱۔ ظلم کے خلاف احتجاج کا حق : سورۃ النساء(۱۲۰) میں اجازت دی گئی ہے کہ ظلم کے خلاف آواز بلند کرسکتی ہے، یہ مقالات اداریوں، کتابوں، جلسوں اور کانفرنسوں کی صورت میں ممکن ہے تاکہ جو ظلم خواتین پر ہندوؤں کے تہذیبی اثرات کے سبب جہیز، ستی، وغیرہ کی صورت میں ہو رہا ہے۔ یا جاگیردارانہ معاشرہ کے سبب خواتین کو وراثت سے محروم کرنے، قرآن سے شادی کرانے، کاروکاری کے نام پر قتل کرنے کا رواج چل رہا ہے، اس کو روکا جاسکے، آپ ﷺ نے فرمایا: افضل ترین جہاد یہ ہے کہ ظالم کے سامنے کلمہ حق کہا جائے، آپ ﷺ نے فرمایا: ''انصر أخاک ظالما اومظلوما'' ظالم کو ظلم سے اور مظلوم کو ظلم سے تحفظ فراہم کرکے ان کی مدد کرو۔

۳۲۔ نجی زندگی کے تحفظ کا حق : سورۃ النور(۱۲۱) میں گھریلو زندگی کو تحفظ فراہم کیا گیا ہے، بغیر اجازت کسی کو اندر آنے کا حق نہیں ہے۔ یہی حکم سورۃ احزاب(۱۲۲) میں دیا گیا ہے۔ لیکن آج چادر و چار دیواری کا تحفظ ختم ہو چکا ہے، سرکاری کارندے، پولیس اہل کار جس کے گھر میں جب چاہیں گھستے ہیں، بے پردگی اور بدتمیزی کا مظاہرہ کرتے ہیں، حکومت کا فرض ہے وہ خواتین کی نجی و گھریلو زندگی کو تحفظ فراہم کرے۔ حقوق تو اس کے علاوہ اور بھی ہیں، یہاں صرف ۳۳ اہم حقوق بیان کئے گئے ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ انیس الفقہاء، قاسم بن عبداللہ أمیر علی القونوی (دارالوفاء جدہ سعودی عرب ۱۹۸۶ء) / ص ۲۱۶۔

۲۔ Adictionary of Islamic terms by Deeb-Al- Khudrawi (Al yamamah Beirut 1995) P.101

۳۔ أبی ہلال عسکری لکھتے ہیں: حق صرف حسن کے معنی میں آتا ہے، جبکہ حقیقت حسن و قبح دونوں

معنوں میں دیکھئے، الفروق اللغوية أبي هلال العسكری (دارالكتب العلمية بيروت ۲۰۰۰ء) / ص ۴۵ اور ۵۹،

۴۔ روزنامہ جنگ کراچی ۸ر دسمبر ۲۰۰۰ء/ صفحہ اقراء،

۵۔ دیکھئے المعجم المفهرس محمد فوٴاد عبدالباقی (مطبوعہ تہران ۱۳۷۶ء) / ص ۲۶۵۔۲۶۶،

۶۔ دیکھئے جہانگیری قرآنی اشاریہ سرور حسین خاں (مکتبہ اشاعت تعلیمات القرآن ۱۹۹۲ء)/ ص ۳۲۵۔۳۲۶، مثلاً ولکن حقت کلمة العذاب علی الکافرین (سورۃ الغافر/ ۶)

۷۔ ایضاً،

۸۔ ایضاً،

۹۔ دیکھئے سورۃ النور/ ۲۵ اور سورۃ لقمان / ۳۰،

۱۰۔ القاموس المحیط / ج ۱ / ص ۳۲۱، / لسان العرب / ج۱۰/ ص ۴۹، اور المصباح المنیر / ج ۱/ ص ۱۴۳/ مختار الصحاح / ص ۱۳۶،

۱۱۔ Gaiues ezejiofor "protection of Human rights under the law" (Butter worths London 1964) P.3

۱۲۔ رد المختار علی درالمختار / ج ۴/ ص ۱۸۸، اور البحر الرائق / ج ۶/ ص ۱۴۸،

۱۳۔ المدخل الفقہ الاسلامی / ص ۱۶۵، اور المدخل لدراسة الفقہ الاسلامی / ص ۲۱۸،

۱۴۔ اصول قانون ،عزیز احمد (غضنفر اکیڈمی کراچی ۱۹۷۸ء)/ ص ۱۹۳،

۱۵۔ بنیادی حقوق محمد صلاح الدین (ادارہ ترجمان القرآن لاہور ۱۹۷۸ء) / ص ۱۷۳، اسی سے ملتی جلتی رائے کے لئے دیکھئے ماہنامہ بزم قاسمی انٹرنیشنل (مقالہ : نیاز احمد ایڈوکیٹ دسمبر ۱۹۹۸ء) / ص ۵۱،

۱۶۔ حقوق العباد مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ/ ص ۴۳،

۱۷۔ ایضاً / ص ۴۵،

۱۸۔ ایضاً / ص ۵۲، اور ص ۲۴۴،

۱۹۔ سہ ماہی منہاج (حصہ اوّل، اسلامی نظام عدل نمبر اکتوبر ۱۹۸۳ء مرکز تحقیق دیال سنگھ لائبریری لاہور) / ص ۱۱۳،

۲۰۔ نظرية الحكم القضائی فی الشریعة والقانون دکتور عبدالناصر موسیٰ ابوالبصل، (دارالنفائس الاردن ۲۰۰۰ء) / ص ۲۳۹ تا ۲۴۲،

۲۱۔ جدید فقہی مباحث مرتب : مجاہد الاسلام قاسمی (ادارۃ القرآن کراچی ۱۹۹۶ء) ج / ص /۲۰۰ تا ۲۰۵،

۲۲۔ الفقه الاسلامی و ادلة ، ڈاکٹر وھبة الزحیلی / ج ۴/ ص ۱۴،
۲۳۔ بنیادی حقوق محمد صلاح الدین / ص ۴۲،
۲۴۔ ایضاً /ص ۴۲۔۴۳،
۲۵۔ ماہنامہ بزم قاسمی انٹرنیشنل (دسمبر ۱۹۹۸ء) / ص ۲۹،
۲۶۔ عمل المرأة و موقف الاسلام منہ دکتور عبدالرب نواب، (دارالعاصمة الریاض سعودی عرب ۱۹۸۹ء) / ص ۲۱۶،
۲۷۔ ماہنامہ الحق (اکوڑہ خٹک جون ۱۹۹۵ء) / ص ۴۲،
۲۸۔ عمل المرأة و موقف الاسلام منہ دکتور عبدالرب نواب / ص ۲۱۷، جدید تاریخ ڈاکٹر مبارک علی ، (فکشن ہاؤس مزنگ روڈ لاہور ۲۰۰۱ء) / ص ۱۲۷، اور نسل انسانی کی تاریخ پروفیسر عزیز احمد (اپنا ادارہ لیک روڈ لاہور ۲۰۰۰ء) / ص ۹ تا ۱۸، اور اسلام میں خواتین کے حقوق : شہید مرتضی مطہری، (مترجم مرتضی حسین سازمان تبلیغ اسلامی تہران ۱۴۰۶ء) / ص ۳۳،
۲۹۔ بنیادی حقوق ، محمد صلاح الدین / ص ۴۷،
۳۰۔ ایضاً / ص ۱۲۳،
۳۱۔ سورۃ الکہف / ۴۶،
۳۲۔ سورۃ الفرقان / ۷۴، اور سورۃ آل عمران / ۳۸،
۳۳۔ ففروا الی الله ابی ذر القلمونی (مکتبہ ابن تیمیہ قاہرہ) / ص ۱۸۹،
۳۴۔ دور جدید میں مسلمان عورت کا کردار / افضل الرحمٰن (مترجم محمد ایوب فیروز سنز لاہور ۱۹۹۴ء) / ص ۸۴،
۳۵۔ المرجع فی الحضارة العربیة الاسلامیة الدکتور ابراہیم سلیمان الکروی ، (ذات السلاسل الکویت ۱۹۸۷ء) / ص ۴۱۵،
۳۶۔ ایضاً / ص ۴۱۷
۳۷۔ دیکھئے نظام الحکومة النبویة المسمّٰی التراتیب الادارية ، عبدالحی الکتانی (دارالکتاب العربی بیروت) / ج ۱/ ص ۴۹ اور ج ۲ / ص ۴۳۲،
۳۸۔ سورۃ التحریم / ۶،
۳۹۔ کتاب البر والصلة ابی الفرج / عبدالرحمٰن ابن الجوزی (المکتبة التجاریة مکہ ۱۹۹۳ء) / ص ۱۳۶،
۴۰۔ جامع الاصول محمد بن الاثیر الجزری (دارالفکر بیروت ۱۹۹۷ء) / ج ۴/ ص ۶۵۷/ حدیث نمبر ۲۷۴۸،

اور ریاض الصالحین امام النووی (داراحیاء الکتب العربیۃ قاہرۃ) / ص ۱۴۹۔
۴۱۔ الجامع فی الحدیث عبداللہ بن وھب بن مسلم القرشی (دارابن الجوزی الریاض ۱۹۹۶ء) ج ۲/ ص ۶۱۰ اور مسند احمد / ج۲/ ص ۲۵۴۔
۴۲۔ جامع الاصول / محمد بن الاثیر الجزری / ج ۷/ ص ۳۸۸، حدیث نمبر ۵۴۴۵۔
۴۳۔ موطا امام مالک / ۲/ ۱۵۱ـ۷، اور بخاری حدیث نمبر ۲۵۸۶، مسند احمد / ج۲/ ص ۲۶۸/ صحیح مسلم ۱۶۲۳/۹۔
۴۴۔ النساء / ۹۔
۴۵۔ صحیح البخاری حدیث نمبر ۶۰۰۵، سنن ابوداؤد، حدیث نمبر ۵۱۵۰، اور صحیح مسلم ۲۹۸۳، ترمذی ۱۹۱۸۔
۴۶۔ حقوق العباد مولانا تھانویؒ / ص ۹۵۔
۴۷۔ نیل الاوطار للشوکانی (طبع دوم قاہرہ) / ج ۶/ص ۳۴۹۔
۴۸۔ جامع الترمذی کتاب البیوع / ج ۳/ ص ۵۷۱ / حدیث نمبر ۱۲۸۳۔
۴۹۔ ردالمختار علی درالمختار دار الطباعۃ المصریۃ ۱۲۷۱ھ/ ج ۲/ ص ۶۳۳، اور حقوق العباد مولانا تھانوی / ص ۱۰۵۔ ۱۰۶، اور کتاب عشرہ النساء للنسائی، ص/۲۵۶۔
۵۰۔ صحیح البخاری کتاب الادب باب رحمۃ الولد و تقبلیہ / ج ۷/ ص ۷۵۔
۵۱۔ ایضاً اور صحیح مسلم کتاب الفضائل باب رحمۃ الصبیان والعیال/ ج ۷/ ص ۷۷۔
۵۲۔ جامع الترمذی کتاب البرباب ماجاء فی رحمۃ الصبیان / ج ۴/ ص ۳۲۲/ سنن ابوداؤد ، کتاب الادب باب فی الرحمۃ / ج ۵/ ص ۲۳۳۔
۵۳۔ سورۃ الحجرات/ ۱۱۔
۵۴۔ الجامع فی الحدیث / عبداللہ بن وھب / ج ۱/ ص ۱۶۵۔
۵۵۔ ایضاً / ج ۱/ ص ۱۷۰ اور جامع بیان العلم و فضلہ ابن عبداللہ / ج ۱/ ص ۱۰۱۔
۵۶۔ سورۃ الاحقاف / ۱۵۔
۵۷۔ سورۃ مریم / ۱۲ اور ۲۷۔
۵۸۔ سورۃ بقرہ / ۸۳۔
۵۹۔ سورۃ النساء / ۳۶۔
۶۰۔ سورۃ الانعام / ۱۵۱۔
۶۱۔ سورۃ لقمان / ۱۴۔

۶۲۔ سورۃ الاسراء / ۲۳،

۶۳۔ فتح الباری ابن حجر عسقلانی / ج ۱۰ / ص ۵۹۷۰،

۶۴۔ سنن نسائی / ج ۶ / ص ۱۱ / سنن ابن ماجہ / حدیث نمبر ۲۷۸۱،

۶۵۔ موسوعۃ نظرۃ النعیم / ج ۳ / ص ۷۷۳!

۶۶۔ الترغیب والترہیب للمنذری / ج ۳ / ص ۳۱۷،

۶۷۔ حقوق العباد / مولانا اشرف علی تھانویؒ / ص ۹۳،

۶۸۔ جامع ترمذی (مکتبہ رشیدیہ دہلی) / ج ۲ / ص ۱۳،

۶۹۔ کتاب عشرۃ النساء للنسائی / ص ۲۵۷ اور الادب المفرد للبخاری / حدیث نمبر ۷۴۸ اور صحیح مسلم کتاب الزکاۃ باب فضل النفقۃ علی العیال / حدیث نمبر ۳۸،

۷۰۔ سورۃ النحل / ۹۷، سورۃ النساء / ۱۲۴ اور سورۃ الاحزاب / ۳۸،

۷۱۔ اسلام میں خواتین کے حقوق شہید مرتضیٰ مطہری / ص ۱۰۳،

۷۲۔ صحیح البخاری / کتاب النکاح / ج ۳ / ص ۹۴،

۷۳۔ صحیح البخاری / ج ۳ / ص ۷۵۶،

۷۴۔ سورۃ النساء / ۴،

۷۵۔ سورۃ النساء / ۲۴، اس کی تائید سورۃ المائدہ / ۵ اور سورۃ النساء / ۲۰ سے بھی ہوتی ہے۔

۷۶۔ مسلمان عورت کے حقوق جلال الدین عمری (الفیصل ناشران و تاجران لاہور ۱۹۸۶ء) ص / ۳۱،

۷۷۔ بدائع الصنائع / ابوبکر علاء الدین الکاسانی / مترجم محمد سعد اللہ / (دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری ۱۹۹۳ء) / ج ۴ / ص ۶۶،

۷۸۔ حقوق العباد / ص ۱۰۳،

۷۹۔ سورۃ الطلاق / ۶،

۸۰۔ دور جدید میں مسلمان عورت کا کردار / ص ۵۶۶،

۸۱۔ سورۃ الطلاق / ۷، سورۃ البقرہ / ۲۲۸، سورۃ النساء / ۱۹،

۸۲۔ سنن ابوداؤد کتاب النکاح باب فی حق المرأۃ علی زوجھا / حدیث نمبر ۲۱۴۲ اور سنن ابن ماجہ کتاب النکاح باب حق المرأۃ علی الزوج / حدیث نمبر ۱۸۵۰،

۸۳۔ الادب المفرد للبخاری / حدیث ۷۴۸، اور صحیح مسلم کتاب الزکاۃ باب فضل النفقۃ علی العیال / حدیث نمبر ۳۸،

۸۴۔ سنن ابوداؤد / کتاب الزکاۃ باب فی صلۃ الرحم / حدیث نمبر ۱۶۹۱،
۸۵۔ صحیح البخاری / کتاب الایمان / باب ماجاء انما الاعمال بالنیۃ الحسبۃ / حدیث ۵۶،
۸۶۔ عورت اسلامی معاشرہ میں جلال الدین عمری (اسلامک پبلی کیشنز لاہور ۱۹۹۴ء)/ ص ۳۶۶، بحوالہ السنن الکبریٰ بیہقی / ج ۷/ ص ۲۱۵،
۸۷۔ حقوق العباد تھانویؒ / ص ۲۱۸،
۸۸۔ سنن ابوداؤد/ حدیث نمبر ۲۱۳۳ ، جامع ترمذی حدیث نمبر ۱۱۴۱، اور کتاب عشرۃ النساء ئی/ حدیث نمبر ۴،
۸۹۔ بدائع الصنائع / ج ۴/ ص ۶۷، اور عمل المرأۃ و موقف الاسلام منہ / ص ۱۲۴، اور اسلام میں عورت کی استثنائی حیثیت اور اس کی وجوہ شہزاد اقبال شام (بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد ۱۹۹۳ء) / ص ۶،
۹۰۔ الطلاق / ۶۵،
۹۱۔ الطلاق / ۶۵،
۹۲۔ کتاب عشرۃ النساء / للنسائی/ ص ۲۲۵،
۹۳۔ ایضاً ص /۲۰۳
۹۴۔ ایضاً/ ص ۲۵۱، اور صحیح البخاری / ج ۳ / ص ۵۶۷،
۹۵۔ صحیح البخاری کتاب النکاح / ج ۹/ ص ۲۰۴/ حدیث ۵۱۹۲، اس کے برعکس خواتین کمیشن نے قانون بنانے کے لئے یہ تجویز دی ہے کہ کم عمر بیوی سے حق زوجیت کو زنا اور پوری عمر والی بیوی سے زبردستی حقوق زوجیت کو جسمانی تشدد قرار دیتے ہوئے اس کے لئے سزا مقرر کی جائے، ہفتہ روزہ تکبیر/ ۲۵ر ستمبر ۱۹۹۷ء/ ص ۲۱،
۹۶۔ حقوق العباد تھانویؒ / ص ۱۰۴،
۹۷۔ سورہ البقرہ / ۲۳۳،
۹۸۔ سنن ابوداؤد باب من احق بالولد / ج ۲/ ص ۱۸۵،
۹۹۔ حقوق العباد تھانویؒ / ص ۹۲۔۹۳،
۱۰۰۔ سورۃ الاسراء / ۲۳،
۱۰۱۔ صحیح البخاری / ج ۳/ ص ۵۶۷، اور کتاب عشرۃ النساء للنسائی / ص ۲۵۱،
۱۰۲۔ سورۃ المائدہ / ۳۲ کا مفہوم،
۱۰۳۔ سورۃ النحل / ۵۸

۱۰۴۔ سورۂ التکویر/ ۸۔۹،

۱۰۵۔ سورۂ الانعام/ ۱۵۱

۱۰۶۔ ''ستی'' کے سلسلے میں ملاحظہ کریں محسن انسانیت اور حقوق انسانی حافظ محمد ثانی / ۴۰۴ تا ۴۴۰،

۱۰۷۔ صحیح البخاری کتاب [redacted]، ۶/۱۷۲/ حدیث نمبر ۳۰۱۵،

۱۰۸۔ Islam and women malladi subbamma (Translated by M.V Raman-Urty ster ling publisher prvat Ltd. New Delhi 1988) P.84

۱۰۹۔ سورۂ الحجرات/ ۱۳،

۱۱۰۔ محسن انسانیت اور حقوق انسانی / ص ۱۰۰

۱۱۱۔ ماہنامہ عالم اسلام اور عیسائیت (اگست ۱۹۹۵ء انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز اسلام آباد) / ص ۸

۱۱۲۔ خاتون اسلام مولانا وحید الدین خاں/ ص ۴۷

۱۱۳۔ محسن انسانیت اور حقوق انسانی/ ص ۱۰۱

۱۱۴۔ بنیادی حقوق محمد صلاح الدین/ ص ۳۰۹، بحوالہ کنزل العمال/ حدیث نمبر ۲۹۴

۱۱۵۔ سورۂ آل عمران/ ۱۱۰

۱۱۶۔ سورۂ التحریم/ ۶

۱۱۷۔ سورۂ النساء/ ۱۳۵،

۱۱۸۔ عمل المرأہ و موقف الاسلام منہ/ ص ۲۴۱

۱۱۹۔ اسلام میں علم کا مقام و مرتبہ محمد شہاب الدین ندوی، مجلس نشریات اسلام کراچی ۱۹۹۴ء/ ص ۱۱۴

۱۲۰۔ سورۂ النساء/ ۱۴۸

۱۲۱۔ سورۂ النور/ ۲۷،

۱۲۲۔ سورۂ الاحزاب/ ۵۳